شہر قائد میں پشتون اہل قلم کی علمی و ادبی خدمات

کرم ستار یعقوبی*

Abstract

The theme of the article is to know and understand the contribution of those Pashto poets, writers and literary figures who were settled in Karachi. Karachi is called "Mini Pakistan" due to its diverse ethnic composition. Apart from other ethnic groups, there are considerable number of Pakhtun living in Karachi. Among them there are people who largely contributed in the progress and development of Pashto literature and poetry. They established various organizations and started publishing and propagating magazines in Pashto language. The article discusses their contribution in historical and analytical perspectives. The role of Hamza Shinwar, Tahir Afridi, Fahim Sarhadi, Roshan Khan and many other writers have been discussed in this contexts. Likewise the establishment of literary organizations, its contribution to the Pashto literature are thoroughly analyzed.

پاکستان مختلف زبانوں اور ثقافتوں کا بہترین امتزاج ہے۔ ہر زبان اور ہر ثقافت کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔ اسی تناظر میں تاریخی اور ثقافتی لحاظ سے سندھ کی اپنی انفرادیت ہے۔ سندھ کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس خطہ کے ثقافتی گلدستے

---

* ایڈیٹر حجرہ (ششماہی)، صوابی، خیبر پختونخوا۔

میں مختلف رنگوں کے پھول نظر آئیں گے۔

تہذیبوں اور ثقافتوں کا مطالعہ کرنے سے ایک چیز ان میں مشترکہ نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ عموماً دنیا کی بڑی تہذیبیں دریاؤں آبی ذخائر اور زرخیز زمینوں کے آس پاس پروان چڑھتی ہیں۔ مثال کے طور پر دریائے نیل کے کنارے بابل و نینوا کی تہذیب نے پرورش پائی ہے۔

سندھ کو اس لیے سندھ کہا جاتا ہے کہ یہ دریائے سندھ کے آس پاس آباد ہے۔ سندھ کی تہذیب کا سہرا بھی دریائے سندھ کے سر جاتا ہے۔ اگر ہم وادی سندھ کی تہذیب کا گہرا مطالعہ کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ جب یہ تہذیب عروج پر تھی تو دنیا میں اپنی ہم عصر اور ترقی یافتہ تہذیبوں سے باقاعدہ اس کے روابط تھے۔ یہ تہذیبیں آپس میں تجارتی معاہدے کرتی تھیں اور وفود کا تبادلہ ہوتا تھا۔

سندھ کی تہذیب مختلف نشیب و فراز سے گزری۔ تاہم جب عرب یہاں وارد ہوئے تو سندھی معاشرے میں غیر معمولی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ چند صدیوں میں ہندومت، بدھ مت اور برہمن تہذیب کے اثرات معدوم ہوتے چلے گئے۔ محمد بن قاسم کی آمد سے پہلے بھی سندھ اور عربوں کے درمیان تجارتی روابط قائم تھے۔ تاہم محمد بن قاسم کے آنے کے بعد یہاں باقاعدہ عربوں کے اثر و رسوخ میں اضافہ ہوا۔ بہت سے عرب خاندان یہاں آباد ہو گئے۔ انہوں نے یہاں کی زبان، رسوم و رواج اور بود و باش پر اثرات مرتب کئے۔ محمد بن قاسم کے وقت موجودہ کراچی ایک چھوٹی سی بستی تھی اور اس کا نام دیبل تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ ایک بڑا شہر بن گیا۔ قیام پاکستان سے پہلے بھی کراچی کی بڑی اہمیت تھی۔ ایک تجارتی شہر اور بندرگاہ کی حیثیت سے یہ روزگار کے لحاظ سے ایک پر کشش جگہ تھی۔ دور دراز علاقوں اور دیہات سے لوگ روزگار کی غرض سے یہاں آتے۔ بعض خاندان تویہاں مستقل رہائش پذیر ہوئے اور یہاں کے ہو گئے۔ اس طرح کراچی کا حجم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا اور نتیجتاً یہ ایک گنجان آباد شہر بن گیا۔ قیام پاکستان کے بعد یہ پاکستان کا دارُالخلافہ بنا۔ جنرل ایوب خان کے دور تک اس کی یہ حیثیت برقرار رہی۔ جنرل ایوب کے دور میں خیبر پختونخوا

اور قبائلی علاقوں سے زیادہ تعداد میں پشتون یہاں آ کر آباد ہو گئے۔ انہوں نے یہاں گھر بنائے اور گھر بسائے۔ پھر ان پشتونوں کے اپنے محلے اور پھر بستیاں بن گئیں۔ جنرل ایوب خان نے کراچی کی جگہ اسلام آباد کو ملک کا دارالحکومت بنایا۔ تاہم کراچی کی حیثیت اس سے زیادہ متاثر نہیں ہوئی۔ کراچی اب سندھ کا دارالحکومت اور ایک عالمی تجارتی صنعتی اور کاروباری شہر ہے۔ پاکستان کے علاوہ پڑوسی ملک افغانستان کیلئے یہاں کی بندرگاہ کافی اہم ہے کیونکہ افغانستان کی تجارت باقی دنیا سے بحری تجارت اس بندرگاہ کے ذریعے ہوتی ہے۔

کراچی کو منی پاکستان یعنی چھوٹا پاکستان کہا جاتا ہے۔ یوں ملک کے ہر گوشے اور ہر زبان بولنے والے یہاں آ کر آباد ہو گئے ہیں اور یوں یہ ایک طرح سے کثیراللسانی اور کثیر الثقافتی شہر بن چکا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد جو مسلمان بھارت سے ہجرت کر کے پاکستان آئے ان میں سے زیادہ تعداد کراچی میں آباد ہو گئی۔ کراچی کا دامن اتنا وسیع ہے کہ اس نے لاکھوں مہاجرین کو پناہ دی۔ ان مہاجرین کی مادری زبان اردو ہے۔ اس لیے کراچی ایک طرح سے قومی زبان اردو کا بھی مرکز بن گیا سندھی اور بلوچی تو پہلے سے یہاں آباد ہیں۔ سندھیوں نے اپنی زبان و ادب کے فروغ کیلئے جو کاوشیں کی ہیں وہ اظہر من الشّمس ہیں۔ مقامی زبانوں میں سندھی واحد زبان ہے جو دفتری اور سرکاری زبان ہے۔

اردو اور سندھی بولنے والوں کے علاوہ پنجابی اور سرائیکی بولنے والے بھی کراچی میں آباد ہیں۔ دیگر قومیتوں کے علاوہ کراچی میں پشتون بھی لاکھوں کی تعداد میں آباد ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ان کی آبادی پچاس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ یہاں ان کی کئی بستیاں آباد ہیں۔ ان بستیوں کے مکین روزگار اور روشن مستقبل کیلئے یہاں آ کر آباد ہو گئے ہیں۔ تاہم انہوں نے اپنی زبان اور اپنی ثقافت کو اپنے سائے کی طرح اپنے ساتھ رکھا ہے۔ انہوں نے اپنے آبائی علاقے چھوڑے ہیں لیکن مادری زبان اور پشتون رہن سہن کو نہیں چھوڑا۔ یہاں یہ فکر معاش کے ساتھ ساتھ فکرِ زبان کے غم کا بیڑہ بھی اٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ پشتون اہل قلم انفراد ی اور اجتماعی حیثیت میں پشتو زبان، پشتو ادب، پشتو صحافت اور پشتون تاریخ و ثقافت کی خدمت کر رہے ہیں۔

خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقوں سے تعلق رکھنے والی کئی قدآور شخصیات نے کراچی آ کر اس شہر کو پشتو زبان و ادب کا مرکز و محور بنایا۔ انہوں نے یہاں علم و ادب کی وہ شمعیں روشن کیں جن کی روشنیاں پورے پاکستان میں پھیل گئیں۔ ان علمی و ادبی شخصیات میں سب سے بڑا نام امیر حمزہ خان شنواری کا ہے۔ امیر حمزہ خان شنواری خیبر پختون خواہ سے منسلک خیبر ایجنسی کے گاؤں لواڑگی میں ملک باز میر خان کے ہاں ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ادب کا دامن ۴۰۰ ڈراموں اور ٦۰ سے زیادہ قیمتی کتابوں سے بھر دیا۔ ابتداء میں انہوں نے اپنے پیر و مرشد کے حکم پر اردو میں شاعری کا آغاز کیا۔ اس کے بعد اردو شاعری ترک کر کے پشتو میں شاعری شروع کی۔ انہوں نے زندگی کا کچھ حصہ کراچی میں گزارا۔ کراچی آ کر انہوں نے اردو کے بعض مشہور شعراء سے ادبی مراسم قائم کئے۔ ان میں جوش ملیح آبادی، صبا اکبر آبادی اور رئیس امروہوی شامل ہیں۔ جوش سے حمزہ شنواری کی پہلی ملاقات ۱۹۵۹ء میں ہوئی۔ جوش (اصل نام بشیر حسن خان) خود بھی نسلاً پشتون تھے اور ان کے آباء و اجداد یہاں سے ہندوستان چلے گئے تھے۔ جوش ملیح آباد میں پیدا ہوئے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان آ کر کراچی میں رہائش پذیر ہوئے۔ حمزہ شنواری اور جوش کی زیادہ قربت کی وجہ یہ بھی تھی کہ دونوں نسلاً پشتون تھے۔ اگرچہ جوش پشتو زبان سے ناواقف تھے مگر ان کی رگوں میں دوڑنے والا خون پشتون تھا۔ حمزہ شنواری ان کو اپنی شاعری ترجمہ کے ساتھ سنایا کرتے تھے اور ان سے اردو شاعری سنتے تھے۔ اردو کے بزرگ شاعر صبا اکبر آبادی سے تو حمزہ شنواری کا اس قدر ادبی تعلق تھا کہ دونوں نے ایک دوسرے کی کتابوں کے تراجم کئے تھے۔ صبا اکبر آبادی نے حمزہ شنواری کی کتاب ''غزونے'' کا اردو ترجمہ ''انگڑائی'' کے نام سے کیا تھا جب کہ حمزہ شنواری نے ان کی اردو شاعری کی کتاب ''چراغ بہار'' کا ترجمہ ''دسپرلی ڈیوا'' کے نام سے کیا تھا۔ بدقسمتی سے یہ دونوں تراجم زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکے اور مسودوں تک محدود رہے۔ حمزہ شنواری نے صبا اکبر آبادی کی شاعری کا ایسامنظوم ترجمہ کیا ہے کہ اس پر اصل کا گماں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مطلع ملاحظہ ہو:

شمع کا نور عارضی ہے میاں روشنی دل کی روشنی ہے (صبا)

ترجمہ: نور دشمع بز ساعت لرہ بخادہ   کہ رنڑا غواڑے ھغہ د زڑہ رنزادہ

ممتاز صحافی، افسانہ نگار، سفر نگار، نقاد اور شاعر طاہر آفریدی کے ساتھ حمزہ شنواری کا اس قدر رابطہ تھا کہ طاہر آفریدی نے حمزہ شنواری کے اپنے نام لکھے خطوط کتابی صورت میں شائع کئے اور اس کتاب کا نام انہوں نے ''گوتے قلم نہ پہ جڑا شوے'' رکھا ہے۔ یہ خطوط، خطوطِ غالب کی طرح حالات کا آئینہ تھے۔ جس طرح مرزا غالب کے خطوط سے اس دور کے حالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے بالکل اسی طرح حمزہ شنواری نے جو خطوط طاہر آفریدی کو لکھے تھے ان سے کراچی اور پشاور کی ادبی سرگرمیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کراچی میں سب سے زیادہ علمی، ادبی اور صحافتی خدمات انجام دینے والا ادیب طاہر آفریدی ہیں۔ طاہر آفریدی کا اصل نام ترکستان ہے۔ ۴ جنوری ۱۹۳۹ء میں ایف۔آر (F.R) پشاور میں بوڑا کے مقام پر پیدا ہوئے۔ عرصہ دراز سے کراچی میں مقیم ہیں۔ آپ کراچی میں پشتو اور اردو زبانوں کی خدمت کر رہے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۹۰ء میں کراچی کے علاقہ گلشن اقبال میں ''جرس ادبی جرگہ'' کے نام سے ایک ادبی تنظیم کی داغ بیل ڈالی۔ اس تنظیم کے پلیٹ فارم سے کئی کتابیں شائع ہوئیں۔ یہ تنظیم ادب کے طالب علموں کیلئے ایک تربیت گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ باقاعدہ تنقیدی اجلاس منعقد کرنا، ادبی محفلیں جمانا اور مشاعروں کا اہتمام کرنا اس تنظیم کی سرگرمیوں میں شامل ہیں۔

۱۹۹۱ء میں اسی تنظیم کے پلیٹ فارم سے جرس نامی ادبی مجلّہ کا آغاز ہوا۔ یہ مجلّہ تقریباً بارہ سال تک جاری رہا۔ ان بارہ سالوں میں اس مجلّے نے پشتو ادب کی اتنی خدمت کی کہ اس پر الگ ایک مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔

جرس کا غزل اور خاص کر نظم نمبر پشتو ادب کا بہترین ادبی سرمایہ ہے۔ جرس کے پہلے شمارے میں اس کے چیف ایڈیٹر طاہر آفریدی رقم طراز ہیں کہ ''جرس کے اجراء کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے ادب ذوق پشتونوں کو ایسی تحریریں پڑھنے کو مل جائیں جو نہ صرف ان کی زندگی کی ترجمان ہوں بلکہ ان کی علمی سطح بھی بلند کریں اور ان کی علمی پیاس بجھا دیں''۔ جرس ادبی جرگہ کے زیر اہتمام جو تنقیدی اجلاس منعقد ہوتے تھے، طاہر آفریدی ان

اجلاسوں کی روداد کتابی شکل میں مرتب کی ہے۔ ۱۰۰ تنقیدی اجلاس پر مشتمل اس کتاب کا نام ہے ''رَہ تنقید خو بہ کو ومہ'' طاہر آفریدی کی چند دیگر کتابوں کے نام یہ ہیں: ''محلو نو خواکنبں''،''لارہ کنبں ما خام'' ،''پاڑے پاڑے'' (پشتو افسانوں کے مجموعے) ''دیدن'' (اردو افسانوں کا مجموعہ)، ''سفر پہ خیر''، ''سفر مدام'' (سفرنامے)۔

کراچی کی فضاؤں میں ادب و صحافت کے موتی چننے والا اور ان کو ایک تار میں پرونے والا ایک اور اہم نام فہیم سرحدی کا ہے۔فہیم سرحدی ضلع صوابی کے گاؤں زروبی میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام امبر بہادر تھا مگر ادبی دنیا میں فہیم سرحدی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے بھی فکر معاش کی غرض سے عمر کا کچھ سرمایہ کراچی میں خروج کیا۔فہیم سرحدی بطور صحافی، دانشور اور محقق زیادہ مشہور ہیں۔ انہوں نے کراچی کی صحافت میں اپنا کردار ادا کیا۔ کراچی سے اردو زبان میں *'اولس ڈائجسٹ'* کا اجراء کیا، وہ خود اس کے چیف ایڈیٹر تھے۔ اس ڈائجسٹ کے ۶ یا ۷ شمارے شائع ہوئے تھے۔ انہوں نے طاہر آفریدی کے ساتھ *'جرس'* کے اجراء میں بھی کافی حد تک ساتھ دیا تھا۔ اور بطور نائب مدیر *'جرس'* سے وابستہ رہے۔ کراچی میں *'لوح وقلم'* کے نام سے انوارالحسن صدیقی کی ادارت میں ایک ادبی مجلّہ شائع ہوتا تھا۔فہیم سرحدی نہ صرف اس میں باقاعدہ لکھتے رہے بلکہ اس کی انتظامی مجلس کے فعال رکن بھی رہے۔ ان کی ایک اہم کاوش یہ ہے کہ انہوں نے خدائی خدمت گار تحریک کے گم نام سپاہیوں کا کھوج لگایا۔ ان کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور آئندہ نسلوں کیلئے ان کی خدمات اور کارنامے اپنی کتاب *خدائی خدمت گارتحریک کے گمنام ہیرو* میں محفوظ کئے۔

شہر قائد میں اپنے کاروبار کے ساتھ ساتھ علمی و تاریخی خدمات انجام دینے والی ایک اور شخصیت خان روشن خان کی ہے۔ روشن خان کا تعلق ضلع صوابی کے گاؤں 'نواں کلی' (موجودہ کرنل شیر کلی) سے تھا۔ وہ تمباکو ڈیلر تھے اور سابق مشرقی پاکستان اور کراچی میں اپنا کاروبار چلاتے تھے۔ ۱۹۷۱ء میں سقوطِ ڈھاکہ کے بعد ان کا کاروبار کراچی تک محدود رہا۔ انہوں نے ذاتی کاروبار کے ساتھ ساتھ پشتونوں کی تاریخ پر بھی بڑا کام کیا۔ اور کئی

شہرہ آفاق کتابیں تحریر کیں۔ ان کی مشہور کتاب ''تذکرہ'' ہے۔ تذکرہ میں انہوں نے پشتونوں کی تاریخ، ان کی نسل اور ان کی اصل پر روشنی ڈالی ہے۔ تذکرہ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بارہ سالوں میں اس کے چھ ایڈیشن شائع ہوئے۔ حال ہی میں پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی سے اس کتاب کا پشتو ترجمہ ہو چکا ہے۔ روشن خان کی دیگر کتابوں میں *ملکہ سوات*، *شیخ ملی بابا* اور ''*پٹھانوں کی نسلی تاریخ*'' قابل ذکر ہیں۔

مشہور محقق پروفیسر ڈاکٹر سلمان شاہ جہاں پوری کہتے ہیں: ''خان روشن خان کی کتابوں کے مطالعہ سے پٹھانوں کا قومی شعور پختہ ہو گا اور وہ ہر کام غور وفکر سے کرنے کے عادی ہو جائیں گے۔

پشتو زبان و ادب کا ایک اور خادم، ادیب، شاعر، نقاد اور صحافی محمد سلیم خان راز ہیں۔ جو کہ ادبی دنیا میں سلیم راز کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ سلیم راز ۱۹۴۴ء میں چارسدہ میں پیدا ہوئے۔ ان کو کراچی کی فضاؤں میں پشتو ادب و صحافت کو جلا بخشنے کا موقع ملا۔ انہوں نے ۷۰-۱۹۶۹ء میں کراچی سے ماہنامہ 'عدل' جاری کیا۔ جس کے وہ خود ایڈیٹر بنے۔ اس کے علاوہ کراچی سے نکلنے والا ہفت روزہ ''روشن پاکستان'' میں بھی برابر لکھتے رہے۔

درج بالا اہل قلم کے علاوہ جن دوسرے ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں نے کراچی کی ادبی دنیا میں کردار نبھایا یا کردار نبھا رہے ہیں۔ ان میں روخان یوسفزئی، اسماعیل گوہر، سرور شمال، قادر خان ایڈووکیٹ، قاسم جان، ساگر تنقیدی، ریاض تسلیم، محمد اسلم نگار، حبیب اللہ ہمدرد، عزیز اللہ غالب، گل باچہ گھڑی وال، فرمان علی تنہا، زر جان مداخیل، عبداللہ جان فگار، اکبر شاہ خاورین، ارشد خان سنگر، محمد ارشد خان اور عبدالفتیح پنبون وغیرہ شامل ہیں۔

کراچی میں ادبی تنظیموں اور جرگوں کی تشکیل میں بھی پشتون اہل قلم پیچھے نہیں رہے۔ تقسیم ہند سے قبل ۱۹۳۰ء کے عشرے میں اردو اور پشتو کی مشترکہ ادبی تنظیم وجود میں آ چکی تھی۔ ۱۹۷۰ میں صوابی سے تعلق رکھنے والے ادیب ممتاز لالا کی سرپرستی میں ''د پنبتو شعراؤ ادبی ٹولنہ'' نامی تنظیم وجود میں آئی تھی۔ رضا خان ناتار اس کے صدر جب کہ عزیز الرحمان عزیز جنرل سیکرٹری تھے۔ اس تنظیم کے پلیٹ فارم سے کئی ادبی محفلیں اور مشاعرے منعقد ہوئے تھے۔

۱۹۸۷ء میں مرحوم محمد سعید بسمل کی سرپرستی میں فرنٹیر کالونی میں ''اتفاق پشتو ادبی جرگہ''

وجود میں آیا تھا۔ ولی خان سیدو وال اس کے صدر جب کہ جمیل داد ناشاد جنرل سیکرٹری تھے۔ یہ جرگہ باقاعدگی کے ساتھ سالانہ مشاعرے اور تنقیدی اجلاس منعقد کرتے تھے۔ اس کے پلیٹ فارم سے سات آٹھ کتابیں بھی شائع ہوئیں۔ ۱۹۸۹ء میں ''لویہ پشتو ادبی ٹولنہ' لانڈھی میں وجود میں آئی تھی اس کے بانیوں میں رضاخان ناتار،فضل قدیم اور زور اب گل خاکسار شامل تھے۔

آج کل کراچی میں تقریباً ایک درجن کے قریب ادبی تنظیمیں قائم ہیں۔ یہ تنظیمیں اپنی مدد آپ کے تحت کام کر رہی ہیں۔ ان میں سے بعض سست روی کا شکار ہیں۔ جب کہ بعض متحرک ہیں۔ ان تنظیموں کے نام یہ ہیں؛(۱) جرس ادبی جرگہ (۲) اتفاق پشتو ادبی جرگہ (۳) پاک پشتو ادبی جرگہ (۴) ننگیال پشتو ادبی سنگر (۵)قلم پشتو ادبی جرگہ (۶)تورغر پشتو ادبی کاروان (۷) پشتو ادبی کلتوری سنگر (۸) چراغان ادبی ٹولنہ (۹) ادبی ملگری کراچی (۱۰) سوات پشتو ادبی ٹولنہ (۱۱) انڑا ادبی ٹولنہ۔

ان ادبی جرگوں اور تنظیموں سے بالواسطہ اور بلا واسطہ نئے اور نوجوان لکھاریوں کے علاوہ پرانے تجربہ کار اور آزمودہ قلم کار منسلک ہیں۔ یہ نوجوان ان سینئر قلم کاروں سے سیکھتے ہیں۔تنظیموں کے اجلاس ان کے دفاتر یا ذاتی حجروں میں منعقد ہوتے ہیں۔ کراچی میں مختلف اوقات میں مختلف ادبی مجلّے بھی شائع ہوتے رہے۔ ان میں *جرس*، *بلپوشہ*، *عدل* اور *تورغر* وغیرہ شامل ہیں۔ ان ادبی مجلّوں کی اہمیت یہ ہے کہ ان کے اندر مختلف اصنافِ ادب شائع ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ ادبی سرگرمیاں جاری رکھتے ہوئے ریکارڈ پر آ جاتی ہیں جن سے ادب کے طلباء استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

کتابیات

۱- سید مظہر جمیل، *مختصر تاریخ زبان و ادب*، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد،۲۰۱۴ء۔

۲- *دریاب*: (پشتو) فضل خالق غمگین،۱۹۹۴ء۔

۳- ڈاکٹر جاوید خلیل، *دَ پښتو ادبي ټولنوا و جرگو تنظیموعہ*، پشتو اکیڈمی، پشاور یونیورسٹی، ۱۹۹۴ء۔

۴- کامران اعظم سوہروردی، *شخصیاتِ سندھ*، توکل اکیڈمی، کراچی، نومبر ۲۰۱۲ء۔

۵- طاہر آفریدے، *گوتے قلم تہ پہ جڑا شوے*، جرس ادبی جرگہ، کراچی،۱۹۹۴ء۔

۶- حمزہ شنواری، *نقشِ حیات*، ۱۹۷۶ء۔

۷- ڈاکٹر حنیف خلیل، *سلیم راز، فن، فکر اور شخصیت*، انجمن ترقی پسند مصنفین پختونخوا،نومبر ۲۰۱۲ء۔

۸- خان روشن خان، *تذکرہ*، ۱۹۹۳ء۔

۹- فہیم سرحدی، *خدائی خدمت گار تحریک کے گمنام ہیرو*،فرنٹیر پوسٹ پبلیکیشنز لاہور،۱۹۹۳ء۔

۱۰- پروفیسر عباس خان، *حمزہ شنواری کی علمی و ادبی خدمات*،ڈائریکٹریٹ آف کلچر، خیبر پختونخوا،۲۰۱۲ء۔

۱۱- ہمیش خلیل،*دقلم خاوندان*، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، پشتو ادبی بورڈ،۱۹۹ء۔

۱۲- ضیاء اللہ خان جدون، *شخصیاتِ صوابی*، ۲۰۱۴ء۔

۱۳- *مجلّہ ''تاترہ''* جنوری-مارچ۲۰۰۷ء، پشتو ادبی بورڈ پشاور۔

۱۴- *'جرس'*، ایڈیٹر طاہر افریدی،۱۹۹۱ء، جرس ادبی جرگہ، کراچی۔

۱۵- محمد شفیع صابر، *شخصیاتِ سرحد*، س ن،یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور۔

New Publication of NIHCR

Pakistan: Its Ancient Hindu Temples and Shrines

by

Shaikh Khurshid Hasan

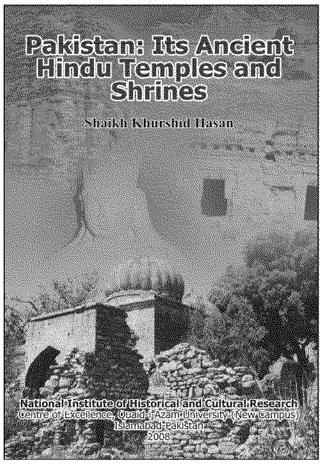

About The Book

It has given me great pleasure to read through the manuscript on Ancient Hindu Temples and Shrines in Pakistan by Shaikh Khurshid Hasan who has taken advantage of his long association with the Department of Archaeology, Government of Pakistan. His presentation is remarkable and I hope that the book will create interest among scholars who have love for the monuments in Pakistan. I am sure the present book will be of great use to all those scholars who like to know more and more about the ancient monuments in Pakistan.

The present book presents a deep survey of the Hindu monuments and I am sure this will be of great use to all the scholars and students who like to know more about the monuments in Pakistan. The survey is thorough and the presentation is scholarly. It will certainly be of great use to all the students of ancient period.

I congratulate the author for collecting all the material and present it in a useful manner for the use of students and all the scholars. The association of Mr. Khurshid Hasan with the Department has enabled him to collect all the data and present for the use of one and all.

I hope the book will be of great use to all those who have interest in the subject. I congratulate the author for writing this book.

Prof. A.H. Dani

SEND YOUR SUBSCRIPTION NOW

National Institute of Historical and Cultural Research
Centre of Excellence, Quaid-i-Azam University (New Campus)
PO Box No. 1230, Islamabad - Pakistan.